

بانت اثر سے نمودار ہے کہ نئے نئے سبب کا وہی قدر

تہذیبی نامہ مبارک

بسم اللہ جانہ رضی اللہ عنہ

۱۳۲۰ھ

ہذا کتاب من محمد بن رسول رب العالمین ﷺ الی من طرق الفہم والفرار

والصالحین، الاطار فایطرق بحیر ما وخصن اما بعدا فان اراءکم فی الحق سعة فان تک

عنا شفا من قولنا اور فاجہر نفسحما او اخطا حقا او مطلقا، هذا کتاب الہ مبارک ورسالی

بطور غلبہ علیکم بالحق الا کما یستصیح ما حکم تعلون ورسالتکم یکتون ما ضکون ﷺ

لا انہ الا هو ﷺ کل شیء عاکل الا ان یشہد الحکم والیہ ترجعون یعلیون ﷺ

لا یصرون ﷺ غلب علی ﷺ تصرف اعداء اللہ وبلغت حجة اللہ ولا حول ولا قوة

الا باللہ فسیکفکم اللہ وهو السبع العلیم ﷺ

اللہ تعالیٰ ما شکر لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ

اللہ تعالیٰ ما شکر لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ

اللہ تعالیٰ ما شکر لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ

اللہ تعالیٰ ما شکر لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ

اللہ تعالیٰ ما شکر لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ و ما عدل لہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

جنات کے نام آپ ﷺ کا خط

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث میں مروی ہے کہ: میں نے آپ ﷺ کے حضور جنات کی شکایت کی کہ یہ مجھے رات کو ہراساں کرتے ہیں، آپ ﷺ نے قلم اور دوات منگو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں یہ دعا لکھوائی:

«بسم الله الرحمن الرحيم: هذا كتاب من محمد رسول رب العالمين ﷺ إلى من طرق الدار من العمار، والزوار، والصالحين، إلا طارقاً يطرق بخير يا رحمن. أما بعد: فإن لنا ولكم في الحق سعة، فإن تك عاشقاً مولعاً، أو فاجراً مقتحماً، أو راغباً حقاً أو مبطلاً، هذا كتاب الله تبارك وتعالى ينطق علينا وعليكم بالحق، إنا كنا نستنسخ ما كنتم تعملون، ورسلنا يكتبون ما تمكرون، اتركوا صاحب كتابي هذا، وانطلقوا إلى عبدة الأصنام، وإلى من يزعم أن مع الله إلهاً آخر. لا إله إلا هو كل شيء هالك إلا وجهه له الحكم وإليه ترجعون، يغلبون «حم» لا ينصرون، حم عسق، تفرق أعداء الله، وبلغت حجة الله، ولا حول ولا قوة إلا بالله، فسيكفيكمهم الله وهو السميع العليم».

حضور ﷺ نے یہ تحریر موم کر کے (لپیٹ کر) مجھے دی اور فرمایا: رات کو سوتے وقت اس کو سرہانے رکھ کر سو جانا چنانچہ میں اس کو لے کر گھر آیا اور رات کو اپنے سرہانے رکھ کر سو گیا، پوری رات میں جنات کی چیخ و پکار سنتا رہا، وہ کہہ رہے تھے کہ اے ابو دجانہ! تو نے ہمیں جلادیا، لات اور عزیٰ کی قسم! اس کو یہاں سے ہٹالو، ہم آئندہ آپ کے گھر میں اور ہر اس جگہ میں کبھی نہیں آئیں گے، جہاں پر یہ تعویذ ہوگا۔

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس خط کو لوگ ثواب سمجھ کر مختلف انداز سے شائع کر رہے ہیں، اس سلسلے میں شرعی رہنمائی مطلوب ہے کہ:

(۱) آیا اس طرح کا کوئی واقعہ کتب احادیث سے ثابت ہے؟



(۲) اس کو بیان کرنا اور اس کی نشر و اشاعت کرنا شرعاً کیسا ہے؟

(۳) نیز اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ کی طرف نسبت کئے بغیر اپنے ذاتی تجربے

سے ان الفاظ کو بطور تعویذ لکھنا، یا شائع کرنا چاہے، تو کیا اس طرح کرنا درست ہے؟

سائل

محمد، جامعہ قادریہ حنفیہ، ملتان

(جواب منسلک ہے)



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الجواب حامدًا ومصلياً

(۲-۱) سوال میں ذکر کردہ واقعہ کو امام بیہقی اور علامہ ابن جوزی رحمہما اللہ تعالیٰ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے، مگر اس واقعے کو خود امام بیہقی، علامہ ابن جوزی، امام صفحانی، علامہ ذہبی، علامہ سیوطی، محمد بن طاہر پٹنی اور دیگر کئی محدثین محققین نے من گھڑت اور بے اصل قرار دیا ہے۔

چنانچہ اس کے بارے میں امام بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

«قد روي في حرز أبي دجانه حديث طويل، وهو موضوع، لا تحل روايته».

حرز ابی دجانہ (جنات کے شر سے حضرت ابودجانہ کی حفاظت) کے سلسلے میں ایک طویل حدیث مروی ہے، جو کہ موضوع (من گھڑت) ہے، اس کو نقل کرنا جائز نہیں ہے۔

امام ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے:

«هذا موضوع بلاشك، وإسناده مقطوع، وليس في الصحابة من اسمه موسى أصلاً، وأكثر رجاله مجاهيل، لا يعرفون».

بلاشبہ یہ حدیث من گھڑت ہے، اس کی سند منقطع ہے اور صحابہ کرام میں موسیٰ نامی کوئی صحابی نہیں تھے، نیز اس روایت کے اکثر راوی مجہول اور نامعلوم ہیں۔

علامہ صفحانی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

«حرز أبي دجانه موضوع».

حرز ابی دجانہ (جنات کے نام آپ ﷺ کے خط کے عنوان سے معروف واقعہ) موضوع ہے۔



علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے اس کے بارے میں فرمایا ہے:

«هذا موضوع بيقين»، قاله في تلخيص موضوعات ابن الجوزي، وهكذا قال في سير أعلام النبلاء: «حرز أبي دجاجة شيء لم يصح، ما أدري من وضعه».

علامہ ذہبی رحمہ اللہ ”تلخیص کتاب الموضوعات“ میں فرماتے ہیں: یہ واقعہ یقیناً موضوع و من گھڑت ہے، نیز اپنی مشہور کتاب ”سیر أعلام النبلاء“ میں فرماتے ہیں: حرز ابی دجانہ کا واقعہ ثابت نہیں ہے، معلوم نہیں اسے کس نے گھڑا ہے۔

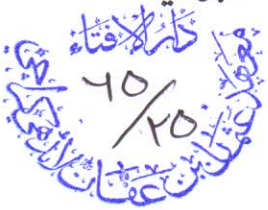
علامہ محمد بن طاہر طہنی ”تذکرۃ الموضوعات“ میں فرماتے ہیں:
«حدیث حرز ابی دجانہ فیہ مجاہیل».
حرز ابی دجانہ والی روایت کے روات مجہول ہیں۔

اسی طرح علامہ سیوطی اور ابن عراق رحمہما اللہ نے اس واقعے کو احادیث موضوعہ میں درج کیا ہے اور اس کے موضوع ہونے پر ائمہ متقدمین کی تصریحات نقل کی ہیں۔
لہذا اس واقعے کو حضور ﷺ کی طرف منسوب کر کے بیان کرنا اور اس کی نشر و اشاعت کرنا دونوں ناجائز اور حرام ہیں، جس سے احتراز لازم ہے۔

(۳) تعویذ میں چونکہ نسبت الی الرسول ﷺ کی صراحت موجود ہے، اس لئے اولاً تو یہ صورت ممکن ہی نہیں ہے اور اگر کوئی شخص اس میں سے نسبت الی الرسول ﷺ کو چھوڑ کر باقی حصے کو شائع کرنا چاہے، تو بھی اس سے احتراز لازم ہے؛ کیونکہ یہ واقعہ غلط نسبت (موضوع اور من گھڑت سند) کے ذریعے آپ ﷺ سے مشہور ہو چکا ہے اور حدیث موضوع کو اس کے ”موضوع ہونے کی تصریح“ کے علاوہ دوسرے کسی بھی مقصد کے لیے بیان نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ اس حوالے سے علم مصطلح الحدیث کے مشہور امام علامہ ابن الصلاح رحمہ اللہ اپنی مایہ

ناز کتاب ”معرفة أنواع علم الحدیث“ میں رقم طراز ہیں:



«اعلم أن الحديث الموضوع شر الأحاديث الضعيفة،
ولا تحل روايته لأحد علم حاله في أي معنى كان إلا مقروناً
بـ «بيان وضعه».

یعنی: حدیث موضوع (ناقابل بیان) احادیث ضعیفہ میں سے سب
سے بری قسم ہے، جس شخص کو اس کے موضوع ہونے کا علم ہو،
اُس کے لئے اِس کے "موضوع ہونے" کی تصریح کرنے کے علاوہ کسی
دوسرے مقصد کے لئے اِس کو بیان کرنا حلال (جائز) نہیں ہے۔

تخریج حدیث

في دلائل النبوة للبيهقي:

أخبرنا أبو سهل محمد بن نصرويه المروزي، قال: حدثنا أبو أحمد علي
ابن محمد بن عبد الله الحببي المروزي، قال: أخبرنا أبو دجانة محمد بن أحمد بن
سلمة بن يحيى بن سلمة بن عبد الله بن زيد بن خالد بن أبي دجانة - واسم أبي
دجانة: «سماك بن أوس بن خرشة بن لوزان الأنصاري»، أملاه علينا بمكة في
مسجد الحرام بباب الصفا سنة خمس وسبعين ومائتين، وكان مخضوب اللحية
-، قال:

حدثني أبي: أحمد بن سلمة، قال: حدثنا أبي: سلمة بن يحيى، قال:
حدثنا أبي: يحيى بن سلمة، قال: حدثنا أبي: سلمة بن عبد الله، قال: حدثنا
أبي: عبد الله بن زيد بن خالد، قال: حدثنا أبي زيد بن خالد قال: حدثنا أبي:
خالد بن أبي دجانة،

قال: سمعت أبي: أبا دجانة يقول: شكوت إلى رسول الله ﷺ، فقلت:
يا رسول الله! بينما أنا مضطجع في فراشي، إذ سمعت في داري صريراً كصرير
الرحى، ودويًا كدوي النحل، ولمعًا كلمع البرق، فرفعت رأسي فزعًا مرعوبًا،
فإذا أنا بظل أسود مولى يعلو، ويطول في صحن داري، فأهويت إليه،
فمست جلده، فإذا جلده كجلد القنفذ، فرمى في وجهي مثل شرر النار،
فظننت أنه قد أحرقني، (وأحرق داري).

فقال رسول الله ﷺ: «عامرك عامر سوء يا أبا دجانة! ورب الكعبة! ومثلك يؤذى يا أبا دجانة!»، ثم قال: «اتنوني بدواة وقرطاس»، فأتي بهما، فنأوله علي بن أبي طالب، وقال: «اكتب يا أبا الحسن» فقال: وما أكتب؟ قال: «اكتب: بسم الله الرحمن الرحيم، هذا كتاب من محمد رسول رب العالمين ﷺ إلى من طرق الدار من العمار، والزوار، والصالحين، إلا طارقاً يطرق بخير، يا رحمن! أما بعد:

فإن لنا ولكم في الحق سعة، فإن تك عاشقاً مولعاً، أو فاجرًا مقتحمًا، أو راغبًا حقًا أو مبطلًا، هذا كتاب الله تبارك وتعالى ينطق علينا وعليكم بالحق، إنا كنا نستنسخ ما كنتم تعملون، ورسلنا يكتبون ما تمكرون، اتركوا صاحب كتابي هذا، وانطلقوا إلى عبدة الأصنام، وإلى من يزعم أن مع الله إلهًا آخر.

لا إله إلا هو كل شيء هالك إلا وجهه، له الحكم وإليه ترجعون، يغلبون «حم» لا ينصرون، حم عسق، تفرق أعداء الله، وبلغت حجة الله، ولا حول ولا قوة إلا بالله، فسيكفيهم الله، وهو السميع العليم».

قال أبو دجانة: فأخذت الكتاب فأدرجته، وحملته إلى داري، وجعلته تحت رأسي، وبت ليلتي، فما انتبهت إلا من صراخ صارخ، يقول: يا أبا دجانة! أحرقتنا، واللات والعزى، الكلمات بحق صاحبك، لما رفعت عنا هذا الكتاب، فلا عود لنا في دارك، وقال غيره: في أذاك، ولا في جوارك، ولا في موضع يكون فيه هذا الكتاب.

قال أبو دجانة: فقلت: لا، وحق صاحبي رسول الله ﷺ، لأرفعنه حتى أستأمر رسول الله ﷺ، قال أبو دجانة: فلقد طالت علي ليلتي بما سمعت من أنين الجن وصراخهم وبكائهم، حتى أصبحت، فغدوت، فصليت الصبح مع رسول الله ﷺ، وأخبرته بما سمعت من الجن ليلتي، وما قلت لهم، فقال لي: «يا أبا دجانة! ارفع عن القوم، فوالذي بعثني بالحق نبياً، إنهم ليجدون ألم العذاب إلى يوم القيامة».

تابعه أبو بكر الإسماعيلي، عن أبي بكر محمد بن عمير الرازي الحافظ عن أبي دجانة محمد بن أحمد هذا.



وقد روي في حرز أبي دجانة حديث طويل، وهو موضوع لا تحل روايته، (والله تعالى أعلم بالصواب).

(جماع أبواب نزول الوحي على رسول الله ﷺ... ومن رأى جبريل - عليه السلام - من أصحابه وغير ذلك من دلائل النبوة، باب ما يذكر من حرز أبي دجانة: ٧/١١٨-١٢٠، ط: دار الكتب العلمية، بيروت)

وفي كتاب الموضوعات لابن الجوزي:

أخبرنا هبة الله بن أحمد الجريري، قال: أنبأنا إبراهيم بن عمر البرمكي، قال: أنبأنا أبو بكر محمد بن عبد الله بن خلف بن بخيت، قال: حدثنا أبو يعلى حمزة بن محمد بن شهاب العكبري، قال: حدثنا أبي، قال: حدثنا إبراهيم بن مهدي الأيلي، قال: حدثني عبد الله بن عبد الوهاب أبو محمد الخوارزمي، قال: حدثني محمد بن بكر البصري، قال حدثنا محمد بن أدهم القرشي، عن إبراهيم، عن موسى الأنصاري، عن أبيه، قال:

«شكا أبو دجانة الأنصاري إلى رسول الله ﷺ، فقال: يا رسول الله! بينا أنا البارحة نائم إذ فتحت عيني، فإذا عند رأسي شيطان، فجعل يعلو ويطول، فضربت بيدي إليه، فإذا جلده كجلد القنفذ.

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «ومثلك يؤذى يا أبا دجانة! عامر دارك عامر سوء ورب الكعبة! ادع لي علي بن أبي طالب»، فدعاه، فقال: «يا أبا الحسن! اكتب لأبي دجانة الأنصاري كتابًا لا شيء من بعده» فقال: وما أكتب؟ قال:

«اكتب: بسم الله الرحمن الرحيم، هذا كتاب من محمد النبي العربي الأمي التهامي الأبطحي المكي المدني القرشي الهاشمي صاحب التاج والهرارة والقضيب والناقة والقرآن والقبلة، صاحب قول لا إله إلا الله، إلى من طرق الدار من الرواد والعمار، إلا طارقًا يطرق بخير.

أما بعد، فإن لنا ولكم في الحق سعة، فإن يكن عاشقًا مولعًا، أو مؤذيًا مقتحمًا، أو فاجرًا مجتهدًا، أو مدعي حق مبطلًا، فهذا كتاب الله ينطق علينا وعليكم بالحق، ورسله لدينا يكتبون ما تمكرون، اتركوا حملة القرآن، وانطلقوا إلى عبدة الأوثان، إلى من اتخذ مع الله إلهًا آخر، لا إله إلا هو رب



العرش العظيم، يرسل عليكما شواظ من نار فلا تتصران، فإذا انشقت السماء فكانت وردة كالدهان، فيومئذ لا يسأل عن ذنبه إنس ولا جان».

قال: ثم طوى الكتاب، فقال: «ضعه عند رأسك»، قال: فوضعه، فإذا هم ينادون: النار النار، أحرقتنا بالنار، والله ما أردناك، ولا طلبنا أذاك، ولكن زائر زارنا، فطرق، فارفع عنا الكتاب، فقال: والذي نفس محمد بيده! لا أرفعه عنكم حتى أستأذن رسول الله صلى الله عليه وسلم، فلما أصبح أتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فأخبره.

فقال: «ارفع عنهم، فإن عادوا بالسيئة، فعد عليهم بالعذاب، فوالذي نفس محمد بيده ما دخلت هذه الأسماء داراً ولا موضعاً ولا منزلاً إلا هرب إبليس وذريته وجنوده والغاؤون».

هذا حديث موضوع بلا شك، وإسناده مقطوع، وليس في الصحابة من اسمه موسى أصلاً، وأكثر رجاله مجاهيل لا يعرفون.

(كتاب الذكر، باب حرز أبي دجاجة: ٣/١٦٨، ١٦٩، ط: المكتبة السلفية)

حكم هذا الحديث عند الأئمة المحدثين الناقلين

وفي دلائل النبوة للإمام البيهقي (٤٥٨هـ)

«وقد روي في حرز أبي دجاجة حديث طويل، وهو موضوع لا تحل روايته».

(دلائل النبوة: ٧/١٢٠)

وفي كتاب الموضوعات للإمام ابن الجوزي (٥٩٧هـ):

هذا حديث موضوع بلا شك، وإسناده مقطوع، وليس في الصحابة من اسمه موسى أصلاً، وأكثر رجاله مجاهيل لا يعرفون.

(كتاب الموضوعات: ٣/١٦٩)

وفي تلخيص كتاب الموضوعات للحافظ الذهبي (٧٤٨هـ):

«وهذا موضوع بيقين».

(كتاب الزهد: ١/٣١٤، ط: مكتبة الرشد، الرياض)



وفي سير أعلام النبلاء للذهبي:

«وحرز أبي دجانة شيء لم يصح، ما أدري من وضعه».

(أبودجانة الأنصاري: ١/ ٢٤٥، ط: مؤسسة الرسالة)

وفي اللآلي المصنوعة الشريعة للحافظ السيوطي (٩١١هـ):

«هبة الله بن أحمد الجريري..... عن موسى الأنصاري عن أبيه، قال: «شكا أبودجانة الأنصاري إلى رسول الله ﷺ، فقال: يا رسول الله! بينا أنا البارحة نائم إذ فتحت عيني فإذا عند رأسي شيطان، فجعل يعلو ويطول..... نفس لفظ ابن جوزي».

موضوع، وإسناده مقطوع، وأكثر رجاله مجاهيل، وليس في الصحابة من اسمه موسى أصلاً.

(كتاب الذكر والدعاء: ٣٤٧، ٢٣٤٨، ط: دار المعرفة، بيروت)

وفي تذكرة الموضوعات لمحمد طاهر بن علي الهندي الفتني (٩٨٦هـ):

حديث حرز أبي دجانة فيه مجاهيل، قلت: أخرجه البيهقي في الدلائل، الصغاني: حرز أبي دجانة - واسمه سهاك بن خرشه - موضوع.

وفي اللآلي: «هبة الله بن أحمد الجريري..... عن موسى الأنصاري عن أبيه، «شكا أبودجانة الأنصاري.....»

موضوع، وإسناده مقطوع، وأكثر رجاله مجهولون، وليس في الصحابة من يسمى بموسى أصلاً، وأكثر رجاله مجاهيل لا يعرفون.

(تذكرة الموضوعات، باب ما ورد في حرز أبي دجانة: ٢١١، ٢١٢،

ط: دار إحياء التراث العربي)

وفي تنزيه الشريعة لأبي الحسن علي بن محمد الكناني (٩٦٣هـ):

(حديث): موسى الأنصاري «شكا أبودجانة الأنصاري إلى رسول الله ﷺ فقال: يا رسول الله! بينا أنا البارحة نائم إذ فتحت عيني فإذا عند رأسي شيطان، فجعل يعلو ويطول، فضربت بيدي إليه، فإذا جلده كجلد القنفذ.



فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: «ومثلك يؤذى يا أبا دجانة!
عامر دارك عامر سوء ورب الكعبة! ادع لي علي بن أبي طالب».....
(ابن الجوزي) وفي سنده انقطاع؛ إذ ليس في الصحابة من اسمه
موسى أصلاً، وأكثر رجاله مجهولون.

(تعقب) بأن البيهقي أخرجه في الدلائل، قلت: «يعني: من طريق
آخر بمخالفة لهذا بالزيادة والنقص، ثم قال البيهقي: «وقد روي في حرز أبي
دجانة حديث طويل، وهو موضوع لاتحل روايته».

ونقل القرطبي في «المفهم» عن ابن عبد البر: أنه قال: حديث أبي
دجانة في الحرز المنسوب إليه، فيه ضعف، وكأنه يعني: رواية البيهقي، والله
أعلم.

وقال المحقق: بل رواية البيهقي موضوعة أيضاً قطعاً.

(تنزيه الشريعة المرفوعة، كتاب الذكر والدعا: ٢/ ٣٢٤، ٣٢٥، ت:

عبد الوهاب عبداللطيف، عبد الله محمد الصديق، ط: دار الكتب العلمية)

كلام الأئمة حول رواية إسناد البيهقي

أبو أحمد علي بن محمد بن عبد الله الحبيبي المروزي:

في لسان الميزان:

قال الخليلي: سألت الحاكم عنه، فقال: «هو أشهر في اللين من أن
تسألني عنه»، وقال الحاكم أيضاً: كان يكذب.....

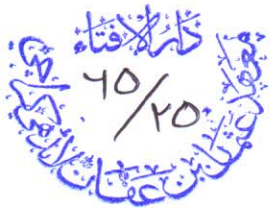
وقال الدارقطني في «المؤتلف»: «علي بن محمد الحبيبي، وابن عمه
عبدالرحمن بن محمد الحبيبي، يحدثن بنسخ وأحاديث مناكير». ويعقبه الخطيب
بأن عبدالرحمن عم علي، لا ابن عمه.

(لسان الميزان، حرف العين: ٦/ ٢٢، ٢٣، ط: دار البشائر الإسلامية)

وفي سير أعلام النبلاء:

قال الحاكم: «يكذب مثل السكر، الحسنوي أحسن حالاً منه».

(الطبقة العشرون: ١٦/ ٤٨، ترجمة: محمد بن عبد الله)



وفي تنزيه الشريعة المرفوعة:

علي بن محمد عبدالله أبو أحمد الحبيبي المروزي قال الحاكم: «كذاب».
(حرف العين: ١/٨٨، رقم الترجمة: ٣٢٧)

حكم رواية «الحديث الموضوع»

في معرفة أنواع علم الحديث لابن الصلاح (٦٤٣ هـ)
اعلم أن الحديث الموضوع شر الأحاديث الضعيفة، ولا تحل روايته
لأحد علم حاله في أي معنى كان إلا مقروناً ببيان وضعه.
(النوع الحادي والعشرون معرفة الموضوع: ٢٠١، ط: دارالكتب
العلمية، بيروت)

وفي النكت على كتاب ابن الصلاح للحافظ ابن حجر (٨٥٢ هـ)
قوله: «ولا تحل روايته لأحد علم حاله في أي معنى كان إلا مقروناً
ببيان وضعه....» إلى آخره.

يدل على ذلك ما رواه مسلم في «صحيحه»، عن سمرة بن جندب
رضي عنه، قال: إن رسول الله ﷺ قال: «من حدث عني بحديث يرى أنه كذب،
فهو أحد الكاذبين»..... وكفى بهذه الجملة وعيداً شديداً في حق من روى
الحديث، فيظن أنه كذب، فضلاً عن أن يتحقق ذلك، ولا يبينه؛ لأنه ﷺ
جعل المحدث بذلك مشاركاً لكاذبه في وضعه.

(النوع الحادي والعشرون الموضوع: ٢/٧٥٨، ٧٥٩، ط: دارالإمام أحمد)

وفي تدريب الراوي:

(تحرم روايته مع العلم به) أي: بوضعه (في أي معنى كان)، سواء:
الأحكام، والقصص، والترغيب، وغيرها (إلا مبيناً) أي: مقروناً ببيان وضعه.
(النوع الحادي والعشرون: الموضوع: ٢٤٤، ط: قديمي كتب خانة)

وفي لمحات من تاريخ السنة وعلوم الحديث:

قال الإمام ابن الصلاح في «معرفة أنواع علم الحديث»: «اعلم أن
الحديث الموضوع شر الأحاديث الضعيفة، ولا تحل روايته لأحد علم حاله في
أي معنى كان إلا مقروناً ببيان وضعه».



وقال في هامشه:

ومن المؤسف جداً: أن التساهل الفاحش في شأن الحديث الموضوع دخل في بعض صفوف العلماء دخولاً ذريعاً، فترى أحدهم - وهو في مقام من العلم والمنصب فيه كبير- ينسب الحديث الموضوع المكذوب على رسول الله ﷺ إلى «البخاري» [أي: زعم، وأبدأ أن الحديث صحيح، وأخرجه البخاري في صحيحه، مع أن الحديث موضوع، وافترأ على الرسول ﷺ، لا يعرفه البخاري، ولا هو يوجد في صحيحه]، فإن كان ذلك وقع منه بعد المراجعة فهي مراجعة خاطئة، وإن كان من دون المراجعة فالأمر أشد، وأخطر، وأخطأ!!!

(لمحات من تاريخ السنة وعلوم الحديث للشيخ عبد الفتاح أبو غده

رحمه الله تعالى، حكم رواية الحديث الموضوع: ٨٩، ط: مكتب المطبوعات

الإسلامية، الطبعة الخامسة: ١٤٢٩هـ - ٢٠٠٨م).... والله أعلم بالصواب

محمد عمير عفي عنه

المتخصص في الإفتاء وعلوم الحديث

معهد عثمان بن عفان رضي الله عنه

٢٠١٦/٢/١٣هـ = ١٤٣٧/٥/٣م

الجواب صحيح

مسح العفي عنه

٥٣٤/٦/٢١

الجواب صحيح
الشيخ كرمنا الله
٥٣٤/٦/٢٦

الجواب صحيح
نور الشريعة نوراني

٥١٢٣٤, ٦, ٢٦

